معاہدۂ یہود علمی نقطۂ نظر سے

جناب شمس العلماء، پروفیسر مولانا عبدالرحمٰن صاحب

(۲)

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس بنا پر لکھا ہے کہ نامہ زیر بحث واقعی ایک عہد نامہ ہے اور یہ طریقہ ہم نے محض اتمام حجت کے لیے اختیار کیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نامۂ زیر بحث سرے سے عہد نامہ ہی نہیں بلکہ ایک دستور العمل ہے جو بارگاہ رسالت سے صادر ہوا ہے حضرت نے تمام مدینہ والوں، مہاجر، انصار، یہود و مشرکین کے لئے لکھوایا (ایسے مکتوب کو آج کل کی اصطلاح میں اعلانِ سلطانی یا رائل کیونک رائل پروکلیمیشن کہا جا سکتا ہے) اور اس کے ذریعہ اپنے پرائے دونوں کو بتایا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے اور اگر وہ ایسا ایسا کریں گے تو اُن کے ساتھ کیا کیا جائیگا۔ اس دعوے کی دلیل کیا ہے، اب وہ سُنیے۔

کتاب کا لفظ عربی زبان میں بہت عام ہے اور ابتدائے اسلام میں عام تر تھا۔ اس لیئے لفظ کتاب سے ہر جگہ معاہدہ مراد لے لینا صحیح نہیں۔ یہی حال صحیفہ کا سمجھیے۔ ابتدار اسلام میں ہر قسم کی تحریر کو کتاب کہہ دیتے تھے۔ یہ تعین قرینہ سے ہوتا تھا کہ وہ کتاب (یا صحیفہ) کوئی حکم و فرمان ہے یا عہد نامہ وصیت ہے یا وکالت نامہ یا کچھ اور۔ یہاں نامۂ زیر بحث میں وہ قرائن موجود ہیں جن کی بنا پر اس کو عہد نامہ نہیں کہا جا سکتا اور نہیں کہنا چاہیے تھا۔ مگر اس باب میں تسامح ہوتا چلا آتا ہے۔ اور نہ صرف اسی نامہ نبوی کے متعلق بلکہ اور رقائم و کرائم کی بابت بھی۔

ابو عبید قاسم بن سلام کا علمی مرتبہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ آپ نے اپنی کتاب "کتاب الاموال"

میں ایک باب معاہدات نبوی کے لیے خاص کیا ہے، اور اس میں کئی مکتوب رسول اللہ کے جو ہرگز عہدنامے نہیں معاہدات کے ذیل میں لکھ دیے ہیں اور وہ معاہدات میں شمار ہوتے چلے آتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب ذرعہ کے نام ہے

"اما بعد فان محمد النبی (صلعم) ارسل الی ذرعة ذی یزن - اذا اتاکم رسلی فانی امرکم بھم خیرا - معاذ بن جبل وعبد اللہ بن رواحة ومالک بن عبادة وعتبة بن نیار ومالک بن مرارہ واصحابھم فاجمعوا ما کان عندکم من الصدقة والجزیة فابلغوھا رسلی وان امیرھم معاذ بن جبل ولا ینقلبن من عندکم الا راضین - اما بعد فان محمد یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان مالک بن مرارة الرھاوی حدثنی انک اسلمت من اول حمیر وفارقت المشرکین فابشر بخیر وانی امرکم بحمیر خیرا فلا تخونوا ولا تخاذلوا وان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مولی غنیکم وفقیرکم وان الصدقة لا تحل لمحمد ولا لاھلہ انما ھی زکوة تزکون بھا لفقراء المسلمین وان مالکا بلغ الخبر وحفظ الغیب وانی قد ارسلت الیکم من صالحی اھلی واولی دینھم فامرکم بہ خیرا فانہ منظور الیہ والسلام

یہ مکتوب ظاہر ہے کہ حکمنامہ ہے۔ ایک بات بھی اس میں ایسی نہیں جس کی بنا پر اس کو معاہدہ کہا جاسکے۔ لفظ امر بھی دو دفعہ اس میں آیا ہے۔ لیکن با ایں ہمہ کتاب الاموال میں معاہدہ ہو کر درج ہوا ہے۔ اسی طرح مکتوب ذیل کو دیکھیے۔

ھذا کتاب من محمد النبی رسول اللہ الی المؤمنین عضاہ وج وصیدہ

لا يعضد ولا يقتل فمن وجد يفعل شيئًا من ذلك فانه يوخذ فيبلغ محمدًا رسول الله (صلعم) وان هذا من محمد النبي وكتب خالد بن سعيد بامر محمد بن عبد الله رسول الله فلا يتعدّاه احد فيظلم نفسه فيما امر به محمد رسول الله لثقيف ۔

یہ مکتوب جو قبیلہ ثقیف کو اسلام لانے کے بعد لکھوایا گیا سراسر حکمنامہ ہے قطعاً عہدنامہ نہیں۔ ابوعبید نے معاہدہ سمجھا ہے اور اب تک لوگ معاہدہ سمجھتے چلے آتے ہیں مگر خود نامہ کی اندرونی شہ اس کی تردید کرتی ہے، وہی قابل تسلیم ہے نہ فلاں اور بہمان کا قول۔ اب جیسے وہ قرائن جن پر زیربحث نامۂ نبوی کا عہدنامہ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اول یہ کہ اس مکتوب گرامی میں باوجود نہایت طول طویل ہونے کے اول سے آخر کوئی لفظ ایسا نہیں جو اس کے معاہدہ ہونے پر دلالت کرے مثلاً سلم، مسالمہ، امنۃ، ذمۃ، مصالحہ، عقد، عہد، معاہدہ، میثاق ۔ نامۂ مبارک کی تیرہویں دفعہ میں اقرار کا لفظ البتہ آیا ہے لیکن مومنوں مسلمانوں سے مخصوص ہے ۔ اور ایمان وایقان کا اقرار ہے، نہ عہدوپیمان کا۔

دوسرے یہ کہ سرنامہ اس مکتوب گرامی کا بارگاہ نبوت اور عہد خلافت کے عام معا سے مختلف ہے ۔ معاہد حاضر کے لیے معاہدوں میں لفلان آیا ہے اور غائب کے لیے ا فلان ۔ اس مکتوب میں دستور عام کے خلاف لفظ بَیْنَ آیا ہے (بين المومنين والمسلم من قريش ويثرب ومن تبعهم) یہ اختلاف خود نوعیت مکتوب کے اختلاف کا متقاضی ہے یہ درست ہے کہ یہ لفظ بھی معاہدہ میں آنے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔ اس بنا پر اگر اس مکتوب کو عہ ہی تصور کیا جائے تو اب ہمیں بین کے طریق استعمال کو دیکھنا چاہیے ۔

بین (جو یہاں زیربحث ہے) دو متاثر چیزوں کے درمیان کبھی کبھی کر آتا ہے (جیسے ف

کان من قوم بینکم وبینھم میثاق) اور کبھی ایک بار (جیسے بین المرء وزوجہ) لیکن جب ایک بار آتا ہے تو ہمیشہ پہلی فرد پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے ان اللّٰہ یحول بین المرء وقلبہ اس کے خلاف نہیں آتا۔ اور معاہدہ میں کم ازکم دو فریق ہوتے ہیں۔ زیر بحث نامۂ گرامی میں لفظ بین تین اسمائے صفاتی کے شروع میں آیا ہے۔ اس لیے یہاں تین اہم تقدیری صورتیں سرنامہ کی ہوسکتی ہیں۔ ھٰذا کتاب من محمد النبی بین المومنین من قریش ویثرب وبین المسلمین من قریش ویثرب ومن تبعھم دوسری یہ کہ بین المومنین والمسلمین من قریش ویثرب وبین من تبعھم تیسری یہ کہ بین المومنین وبین المسلمین وبین من تبعھم

ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی یہ مکتوب رسول اللہ کا معاہدہ نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ان صورتوں میں آپ صرف ایک ثالث یا سرپنچ رہ جاتے ہیں اور یہ مکتوب معاہدہ کے بجائے حکنامہ بن جاتا ہے۔ یہ مکتوب بغرض معاہدہ ہوسکتا ہے تو صرف اس طرح کہ من محمد النبی کے بعد ایک بین مقدر مانا جائے اور تقدیر عبارت یوں سمجھی جائے۔ ھٰذا کتاب من محمد النبی بینہ وبین المومنین والمسلمین من قریش ویثرب ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم یعنی معاہدہ کا ایک فریق خود رسول اللہ ہوں اور دوسرا فریق قریش ویثرب کے مومن ومسلمان اور وہ سب جو ان دونوں یا کم ازکم یثرب کے مسلمانوں کا اتباع کریں یا پہلے سے اتباع کررہے ہوں۔

وہ اتباع کرنے والے کون تھے؟ اس وقت اس کو چھوڑیے، اس کے متعلق ہم جو کچھ پہلے لکھ چکے وہ کافی ہے۔ یہاں صرف یہ دیکھیے کہ اگر یہ مکتوب معاہدہ ہے بین النبی والیہود جیسے کہ سہیلی نے لکھا اور جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں، اور فرض کرلیجیے کہ واقدی نے بھی لکھا ہے تو پھر اس معاہدہ میں قریش ویثرب کے مومنوں مسلمانوں اور مدینہ کے مشرکین کا ذکر کیوں اور کیسے آیا اور اگر

لے یہی صحیح ہے، اور یہی ہماری رائے ہے، جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

رسول اللہ نے یہ نامہ انصار اور یہود یثرب کے باہمی معاملات کو سلجھانے اور اُن میں ایک انضباط قائم کرنے کے لیے لکھوایا۔ جیسے کہ علامہ شبلی مرحوم نے (بقول جناب مولوی صاحب کے) سیرۃ النبی میں لکھا ہے۔ تو اولاً یہ رسول اللہ کا معاہدہ نہیں رہا بلکہ ثالث نامہ ہوگیا۔ ثانیاً یہ کہ مومنین مشرکین قریش کے ذکر کی اس میں گنجائش نہیں رہتی، حالانکہ مکتوب میں ان کا مذکور موجود ہے۔ اگر ہم فرض کرلیں کہ رسول اللہ کا یہ مکتوب، قریش و یثرب کے مومنوں، مسلمانوں اور یثرب کے یہود سے معاہدہ ہے جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہے۔ تو اولاً یہ کہ نامہ میں مشرکین کا مذکور بھی موجود ہے، یہ کیوں۔ ثانیاً یہ کہ قریش و یثرب کے مومنوں مسلمانوں سے معاہدہ کی یا تجدید عہد کی ضرورت کیا پیش آئی تھی خاص کر مومنان قریش سے۔ اور بالفرض ضرورت پیش بھی آگئی تھی تو اُن سے آخر عہد و پیمان کیا ہوا اور وہ کہاں ہے نامۂ مبارک میں تو وہ دکھائی نہیں دیتا۔ البتہ کچھ احکام و ہدایات قریش و یثرب کے مومنوں مسلمانوں کے باب میں ضرور موجود ہیں۔ مگر ایسی جن کو شروط و عہود نہیں کہا جا سکتا۔

یہ ہیں وہ باتیں جن کی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ زیر بحث نامۂ نامی نہ عہد نامۂ نبوی با یہود ہے، نہ کوئی معاہدہ۔ بلکہ بارگاہِ نبوت کا ایک اعلانِ عام ہے، اور ایک دستور العمل پیش کرتا ہے۔ اسی لیے اس میں مومنوں، مسلموں، یہودیوں مشرکوں کے ذکر کی اُن کے حقوق و واجبات کی گنجائش ہے۔ بلکہ تبلیغ و ہدایت، تعلیم و تذکیر، وعدہ و وعید، انذار و تہدید کی بھی۔ چنانچہ یہ سب باتیں نامۂ مبارک میں موجود ہیں۔ اب اہل نظر خود دیکھ لیں کہ آیا یہ مکتوب واقعی سرکار دو عالم کا اعلان ہے جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ یا حضورِ سرورِ کائنات کا معاہدہ ہے مدینہ کے عام اور تمام یہود کے ساتھ اور اس کا رُخ حقیقت میں بنو قینقاع

لہ اس نامۂ مبارک کے عنوان کے لیے جو الفاظ ابنِ اسحٰق کے ابن ہشام نے روایت کیے ہیں نیز وہ الفاظ جو ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھے ہیں اور جناب مولوی صاحب نے نقل فرمائے ہیں میرے نزدیک اُن سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے نزدیک یہ نامہ کوئی معاہدہ یا معاہدۂ رسول اللہ با یہود ہے، گو ان دونوں میں موادعت با یہود یا اس کا صریح مفہوم موجود ہے۔ وجہ عدم ثبوت کی یہ ہے کہ ابن اسحٰق کے الفاظ یہ ہیں۔ (بقیہ بر صفحہ ۱۰۸)

بنو النضیر اور قریظہ کی طرف ہے جیسا کہ جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نامۂ نامی کو (باوجود منقطع الاسناد ہونے کے بفرض محال) قابل احتجاج ماننے کے بعد یہی امر ہماری بحث کا اہم نقطہ ہے، رہا بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کا معاہد رسول ہونا، وہ اپنی جگہ پر مسلم ہے خواہ اوس و خزرج کے اتباع ہیں جیسے کہ میری رائے ہو خواہ بالاصالت جس سے مجھے انکار نہیں، اس لیے کہ امکان اس کا بھی ہے خواہ عہدنامہ نہ پایا جاتا ہو

جناب مولوی صاحب لکھتے ہیں (برہان نومبر ۳۹ئ ص ۳۹۰)

"رہا یہ مسئلہ کہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے مدد لینے کو ناپسند فرمایا اور جس کے متعلق پروفیسر صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

"زہری سے روایت ہے کہ بعض انصار نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اپنے حلیف یہود (بنی نضیر و قریظہ) کو نہ بلالیں وہ آکر ہماری مدد کرینگے۔ آپ نے فرمایا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۰) وکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاباً بین المہاجرین والانصار وادع فیہ یہود وعاھدھم واقرھم علی دینھم واموالھم وشرط علیھم واشترط لھم۔ اس تحریر کے ابتدائی حصہ سے صاف ظاہر ہے کہ نامہ اصل میں مہاجرین وانصار کے باب میں لکھوایا گیا (خود نامہ کا ابتدائی حصہ اس کا شاہد ہے) پھر اسی میں یہود سے موادعت بھی کی۔ وغیرہ وغیرہ۔ جو تحریر شروع ہو اپنوں کو احکام وہدایات دینے سے آگے چاہے اس میں کچھ ہی ہو وہ معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے کسی خرد کو ایک خط لکھوں، اور اس میں لکھ دوں کہ فلاں فلاں ایسا کریں یا کرینگے تو ہم اور تم کو ان کے ساتھ یہ کرنا چاہیے۔ تو میری وہ تحریر فلاں فلاں کے نام کا عہدنامہ نہیں ہو سکتی۔ ابن اثیر نے اس سے بھی زیادہ صاف لکھا ہے کہ فی عقدہ علیہ السلام الالفۃ بین المہاجرین والانصار بالکتاب الذی امر بہ یعنی رسول اللہ نے مہاجرین وانصار میں الفت ومحبت قائم کرنے کے لیے یہ تحریر لکھوائی۔ مانا کہ اس میں یہود سے موادعت بھی فرمائی لیکن پہلی قسم کی تحریر مقدم ہوتے ہوئے اس قسم کی نگارش نہ عہدنامہ ہوتی ہے نہ کبھی اور کہیں عہدنامہ کہلائی ہے۔ ہاں عام اعلان یا عام قانون معاملت میں اس قسم کی سب باتیں آسکتی ہیں کما لا یخفیٰ۔ تاہم ابن اثیر کی تحریر میں الفت کے ساتھ مواخاۃ کا لفظ اچھا نہیں کہ اس سے مواخاۃ مخصوصہ کا وہم ہوتا ہے جس کے لیے رسول اللہ نے کوئی تحریر نہیں لکھوائی۔

لا حاجۃ لنا فیھم"

سواس کا جواب تو صاف اور واضح ہے اور میرے خیال میں کسی طرح بھی اس سے وہ مدعا حاصل نہیں ہوتا جو پروفیسر صاحب حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس لیے کہ آپ کی اس ناپسندیدگی کی وجہ اُس سے کچھ ہی پہلے کا وہ واقعہ ہے جو یہود بنی قینقاع کی غداری کی شکل میں ظاہر ہو چکا تھا۔ نیز بدر میں مسلمانوں کی کامیابی پر جو حسد یہود کو پیدا ہو گیا تھا ان دونوں اہم حالات کا تقاضا تھا کہ یہود کی امداد اس موقعہ پر ہرگز نہ لی جائے، ورنہ جس طرح منافقین نے نقصان پہنچانے کی سعی کی اس سے زیادہ یہود باعث مضرت ثابت ہونگے، چہ جائیکہ امداد کریں لہذا حقیقی اور تاریخی وجہ یہ ہے نہ کہ پروفیسر صاحب کی قیاسی وجہ۔

پروفیسر صاحب کے لیے اس مقام پر دو باتوں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ سیر کی کتابوں میں اس جگہ یہ الفاظ درج ہیں " ان الانصار استاذنوا حینئذٍ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاستعانۃ بحلفائھم من یھود المدینۃ فقال لا حاجۃ لنا فیھم (جب انصار نے یہ اجازت چاہی کہ ہم اپنے مدنی یہودی حلیفوں سے مدد حاصل کریں، تو آپ نے فرمایا ہمیں ان کی حاجت نہیں)

اس میں یہود المدینہ مذکور ہے۔ پس اگر پروفیسر صاحب کے نزدیک لفظ یہود کے عموم میں بغیر تفصیل کے بنی نضیر اور قریظہ شامل ہی نہیں ہو سکتے تو یہاں اُنہوں نے اس لفظ سے ان قبائل کی تخصیص بریکٹ میں کیوں فرمائی۔ جبکہ دوسرے یہودی بھی اسی طرح کے حلیف تھے۔

دوسری بات یہ کہ آپ مصنف رسالہ "متحدہ قومیت" پر سخت ناراض ہیں کہ یہ دیانت کے خلاف ہے کہ منشا کے مطابق دفعات کو ذکر کر دیا جائے اور خلاف منشا کو ترک کر دیا جائے تو کیا پروفیسر صاحب ازراہ انصاف فرمائینگے کہ یہ دیانت کی کونسی قسم ہے کہ اگر ایک جگہ عام

لفظ مذکور جو اور اپنی منشا کے خلاف ہو تو اپنی طرف سے تخصیص کر کے اس میں اضافہ کر دیا جائے۔ اور اگر ارباب سیر کی منشا پروفیسر صاحب کی منشا کے عین مطابق ہے تو پھر اس کا کیا جواب ہے کہ اگر ان تین قبائل سے امداد لینا ناپسند تھی تو پھر انصاری قبائل کے یہودی المذہب افراد سے مدد کیوں نہ لی گئی، حالانکہ نسلی اتحاد اس کا متقاضی تھا اور اگر دونوں سے مدد نہیں لی گئی جو کہ واقعہ ہے تو پھر جس دعوے کی دلیل میں یہ اضافہ کیا گیا ہے وہ لا حاصل ہے بلکہ استعانت سے انکار کی اصل وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔"

ان تنقیدات کو جناب مولوی صاحب نے نہایت اہم سمجھ کر بڑی ہماہمی کے ساتھ لکھا ہے خاص کر اپنی آخری دو باتوں کو۔ میں بھی پہلے انہی کی تحقیق کرونگا اور تیسری بات کو جو جناب مولوی صاحب کی تحریر میں ذکراً مقدم ہے آخر میں لاؤنگا۔

میں کہتا ہوں یہود المدینہ کا مدلول (جب تک اس میں کوئی مزید اضافی نسبت یا مقامی قرینہ تخصیص پیدا نہ کردے) لاریب عام ہے۔ یعنی بنو قینقاع، بنو النضیر، قریظہ اور ان سب یہود کو شامل ہے جو اوس و خزرج میں سے یہود کا مذہب اختیار کر چکے تھے۔ لیکن یہود المدینہ اور حلفاؤنا (یا حلفائہم) من یہود المدینہ کا مدلول ہرگز ایک نہیں۔ ان میں سے پہلا عام ہے اور دوسرا نسبتاً خاص۔ جناب مولوی صاحب بار بار یہود اور یہود المدینہ کا تو ذکر فرماتے ہیں لیکن من تبعنا یا حلفاؤنا کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جب کہنے والے نے کہا "حلفائنا من یہود المدینہ" تو اس کا مدلول خاص ہو گیا۔ اور ان الفاظ کا مصداق صرف وہ یہود رہ گئے جو کہنے والے اور اس کی قوم کے حلیف تھے۔ اور وہ صرف بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ تھے ان میں سے بنو قینقاع جنگِ احد سے پہلے ہی مدینہ سے جلا وطن کیے جا چکے تھے۔ اس لیے یہ تخصیص یہود المدینہ میں میں نے نہیں بلکہ کہنے والے انصاری یا انصاریوں کے الفاظ حلفائنا من الیہود نے کی ہے۔ بظاہر اس کھلی تخصیص کو عموم یا عموم کا ہم مرتبہ بنانے کے لیے جناب مولوی صاحب نے یہ توجیہ یا دلیل پیش کی ہے کہ "دوسرے یہودی بھی تو اسی طرح کے حلیف تھے

یعنی اوس و خزرج میں جو یہودی تھے وہ بھی تو بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ ہی کی طرح حلیف تھے، لیکن جناب مولوی صاحب کی یہ توجیہ صحیح نہیں یہ کیوں؟ اس لیے کہ ان تینوں قبیلوں کو بعہد جداگانہ رسول اللہ کا حلیف مانا جائے، تو اوس وخزرج کے یہود کا اس عہد میں شامل ہونا ثابت نہیں نہ ابھی جناب مولوی صاحب نے کہیں یہ ثابت کیا ہے۔ اور اگر جناب مولوی صاحب فرمائیں کہ نامۂ زیر بحث ہی ہمارے نزدیک وہ عہدنامہ ہے جس میں بنو قینقاع، بنو النضیر، قریظہ اور اوس وخزرج کے سارے یہودی شامل ہیں تو میں کہونگا کہ میں اب تک برابر کہتا چلا آیا ہوں کہ اس نامۂ مبارک میں (اگر ہم اس کو عہدنامہ مان بھی لیں) تو بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کا قطعاً کہیں مذکور نہیں اور بغیر مذکور ہونے کے ان کا اس عہد میں داخل ہونا کم از کم میرے نزدیک مسلم نہیں پھر مجھ سے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "دوسرے یہود کی طرح یہ (بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ) بھی تو حلیف تھے۔ چہ جائیکہ اس کو اُلٹ کر مجھ سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے یہودی بھی اسی طرح کے حلیف تھے۔ اور اگر جناب مولوی صاحب فرمائیں کہ بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کو تم خود بھی تو باتباع اوس وخزرج معاہد و حلیف مانتے ہو۔ صرف نامۂ زیر بحث کی رو سے اُن کے داخل عہدنامہ ہونے سے انکار کرتے ہو وہ حلیف تو بہرحال رہے۔ میں کہونگا کہ یہاں تک بات صحیح لیکن اس صورت میں اوس وخزرج کے یہود اوس خزرج کا جز ہو کر رسول اللہ کے حلیف ہیں نہ اپنی قوم سے الگ ہو کر۔ اس حالت میں کہنے والے انصاری کو کہنا چاہیے تھا کہ ہم اپنی قوم یا قوم کے باتباع لوگوں کو مدد کے لیے نہ بلا لیں لیکن اس نے کہا الا نستعین بحلفائنا من یهود (او من یهود المدینۃ اور کہنے والا اوس وخزرج ہی میں سے کوئی انصاری ہوگا۔ اور اوس وخزرج کے حلیف تھے بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ۔ ان میں سے بنو قینقاع جنگ اُحد کے وقت مدینہ میں موجود ہی نہ تھے، پہلے ہی جلا وطن کیے جا چکے تھے۔ رہ گئے دو بنو النضیر اور قریظہ، یہی دونوں نام میں نے بریکٹ میں لکھ دیے تاکہ پڑھنے والے کہنے والے کے کلام کا مصداق صحیح سمجھیں غلطی نہ کریں۔ اب مولوی صاحب دیکھ لیں کہ یہ تحصص

میری طرف سے نہیں بلکہ خود کہنے والے کی طرف سے ہے اور لفظ "حلفائنا" اس پر دال ہے جو یہود المدینہ میں خصوصیت پیدا کر رہا ہے اور جب یہ تخصیص ہی بطور اضافہ میری طرف سے نہیں تو جناب مولوی صاحب کی دوسری بات ابھی قبل از وقت ہے لیجیے جناب مولوی صاحب کی دونوں اہم باتیں ختم ہوئیں اب تیسری بات کی باری ہے۔

میں نے لکھا تھا (برہان اکتوبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۹۵-۲۹۶) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ (جنگ بدر) کے آس پاس یہ نامہ جو میرے نزدیک ایک دستور العمل ہے، آپ نے مومنین قریش و انصار اور انصار ہی کے رشتہ دار یہودیوں کے باب میں لکھوایا کہ ان یہودیوں سے (اس لیے کہ وہ ایمان نہ لانے کے باوجود اپنے مسلمان رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ تھے) عصبیت قومی کی بنا پر یہ توقع ہوسکتی تھی کہ وہ شریک غزوات ہو جائیں اسی لیے سرنامہ میں یہ الفاظ لکھوائے ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم اور پھر ومن تبعنا من الیھود کے بعد صرف وہی قبائل نام بنام ذکر کیے جن میں اسلام عام ہو چکا تھا اور یہودی کم رہ گئے تھے اور وہ بھی کچھ ایسی حالت میں تھے کہ ظن غالب یہ تھا کہ وہ اپنے ہم قبیلہ مسلمانوں کا ساتھ دینگے۔ اسی لیے جن یہود سے یہ توقع نہ تھی یعنی بنی قینقاع، بنی نضیر اور قریظہ، ان کا نام بھی اس نامہ میں نہیں ہے نہ کبھی آپ نے اُن کو جہاد میں شریک کرنا پسند کیا۔

اس کے بعد ایک واقعہ اس کی تائید میں بایں الفاظ لکھا "رسول اللہ احد کو قریش کے مقابلہ کو جا رہے تھے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول جو راس المنافقین تھا رسول اللہ کے تہائی ہمراہیوں کو ساتھ لے کر آپ سے جدا ہوا اور مدینہ واپس چلا آیا۔ ظاہر ہے یہ کیسا نازک وقت ہوگا۔ زہری سے روایت ہے کہ بعض انصار نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اپنے حلیف یہود (بنی النضیر اور قریظہ) کو نہ بلالیں وہ آکر ہماری مدد کرینگے۔ آپ نے فرمایا لاحاجۃ لنا فیھم نہیں ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔ مطلب یہ کہ یہود بنی اسرائیل کو کبھی آپ نے شریک جہاد نہیں کیا۔

میری اس تحریر پر جناب مولوی صاحب نے وہ تنقید فرمائی جو ہم بالفظ نقل کر چکے ہیں، اس میں پہلی تنقید جواب زیر تحقیق ہے یہ ہے کہ بنو نضیر وغیرہ یہود سے جنگ اُحد میں آنحضرت کے مدد نہ لینے کا سبب تھا اول بنو قینقاع کا واقعہ اور دوسرے بدر میں مسلمانوں کی فتح و کامیابی پر عام یہود کا حسد کرنا۔ نہ وہ جو پروفیسر صاحب نے سمجھا ہے"۔

میں کہتا ہوں یہ دونوں باتیں جناب مولوی صاحب کی اپنی اپنی جگہ پر درست و صحیح لیکن بنو النضیر اور قریظہ سے مدد نہ لینے کی یہ دونوں وجہیں تو فتح بدر اور واقعہ بنو قینقاع کے بعد پیدا ہوئی تھیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر اور بدر سے پہلے کے غزوات میں بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ سے مدد کیوں نہ لی۔ اگر آپ ان سے مدد لینا ناپسند نہیں فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے لکھا تھا۔ "نہ کبھی آپ نے ان کو جہاد میں شریک کرنا پسند کیا۔ اور پھر اس کو دوہرایا اور کہا کہ یہود بنی اسرائیل کو کبھی آپ نے شریک جہاد نہیں کیا۔ جناب مولوی صاحب نے میرے دو دو بار لکھے ہوئے لفظ کبھی کو نظر انداز فرما کر میری عام بات کو خاص اور دوام کو مختص المقام ٹھہرا کر اپنی توجیہ کو جمانے کی کوشش فرمائی مگر وہ جم نہ سکی اور جو کچھ میں نے لکھا تھا اب بھی بدستور صحیح ہے۔ ہاں یہ بات جناب مولوی صاحب کی البتہ معقول ہے کہ اگر ان تینوں قبائل سے مدد لینا ناپسند تھا تو پھر انصاری قبائل کو یہودی المذہب سے مدد کیوں نہ لی گئی حالانکہ نسلی اتحاد اس کا مقتضی تھا"۔ اس کی بابت میں کہتا ہوں اوس و خزرج کے یہود وغیرہ جو ومن تبعھم فلحق بھم کا مصداق تھے خود میدانِ اُحد کے قریب تک چل کر آئے تھے لیکن عین وقت پر اُن کا نفاق یا مذہبی تعصب قومی عصبیت پر غالب آیا اور وہ جہاد میں شریک ہونے کے بجائے مدینہ کو چل دیے۔ یہ کیسے؟ اب اس کا قصہ سُنیے۔

مگر جنگ اُحد کے وقت تین قبیلے کہاں تھے۔ خود جناب مولوی صاحب کی تحریر کے مطابق اُحد سے کچھ پہلے قینقاع کا واقعہ پیش آچکا تھا یعنی وہ جلا وطن کیے جا چکے تھے۔ اسی غلطی سے پڑھنے والوں کو بچانے کے لیے ہم نے یہود مدینہ کے بعد بریکٹ میں بنو النضیر و قریظہ لکھا تھا باوجود اس کے بھی جناب مولوی صاحب کو اشتباہ لگا۔ پھر عام و عوام کو غلطی سے بچانے کے لیے میں نے قول قائل کی تخصیص کی توضیح

جنگ بدر کو کوئی تیرہ مہینے ہوئے تھے کہ قریش بدر کا انتقام لینے کی نیت سے مکہ سے چلے اور مشرکین بڑھتے ہوئے اُحد کے آس پاس آپہنچے، مدینہ میں مجلس شوریٰ بیٹھی، اس دفعہ مشرکین تعداد میں بھی بہت تھے اور آئے بھی بڑے ساز و سامان سے تھے اور خود مدینہ کے اندر داخل ہو کر لڑنے کا تہیہ کر کے لڑنے چلے تھے۔ مجلس شوریٰ میں تجربہ کاروں کی رائے یہ تھی کہ حریف کو شہر میں آجانے دو شہر ہی میں لڑینگے اور در و دیوار سے قلعہ کا کام لینگے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی رائے تھی۔ عبداللہ بن اُبی کو بالخصوص اس پر بڑا اصرار تھا لیکن نوجوان اس کے خلاف تھے۔ خاص کر وہ جنہوں نے جنگ بدر میں حصہ نہیں لیا تھا ان لوگوں کے اصرار پر رسول اللہ بھی آخر مدینہ سے باہر نکل کر جنگ آزما ہونے پر آمادہ ہو گئے اور لشکر اسلام مشرکوں سے اُحد پر لڑنے کے لیے مدینہ سے چلا۔ رسول اللہ راس الثنیہ پر پہنچے تھے کہ زور سے ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز کان میں آئی، مڑ کر دیکھا تو ایک فوج ہتھیاروں سے اوپچی بنی چلی آرہی ہے، پوچھا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا عبداللہ بن ابی کے حلفا یہودی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ لایستنصر باھل الشرك علی اھل الشرك۔ مشرکوں کے خلاف مشرکوں سے مدد نہیں لی جاسکتی۔ ممکن ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ کے عبداللہ اور اُس کے ساتھیوں تک پہنچ گئے ہوں لیکن بہرحال قنطرہ تک جو احد کے قریب ہے عبداللہ رسول اللہ کے ہمرکاب رہا۔ اِس مقام پر رسول اللہ پہنچے تو نماز صبح کا وقت ہو گیا تھا، آپ مع مسلمانوں کے نماز کو کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی نے مع اپنے رفقا کے لشکر اسلام کا ساتھ چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی اور مدینہ آکر دم لیا، یہ سارے غدار بھگوڑے اوس و خزرج ہی کے یہودی اور منافق تھے۔

ثبوت اس بات کا کہ یہ بھگوڑے یہود و منافق اوس و خزرج ہی کے تھے نہ بنو النضیر و قریظہ کے یہ ہے کہ جب یہ بھگوڑے بھاگے تو عبداللہ بن عمرو بن حرام نے ان کو روکنا چاہا۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اُس نے کہا "ارے تمہیں خدا کا واسطہ، کیا کرتے ہو، دشمن سامنے ہے اور تم اپنی قوم اور اپنے نبی سے دغا کرتے ہو۔ واقدی نے کچھ ایسے ہی الفاظ کے ساتھ اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ جان و مال

آل اولاد، اپنی ماؤں بہنوں بیویوں کی طرح رسول اللہ کی حفاظت وحمایت کرو گے اب کہاں بھاگے جارہے ہو؟ اور یونہی ان کے پیچھے لگا ہوا مدینہ تک پہنچا مگر جب دیکھا کہ وہ کھر کر مدینہ کی گلیوں میں گھسے جارہے ہیں اور پھوٹے منہ سے اس کے سوا کچھ بولتے ہی نہیں کہ لڑائی نہ ہوگی، لڑائی نہ ہوگی تو وہ اُن پر لعنت بھیج کر خود اُحد پہنچا اور جنگ میں آ شریک ہوا۔

عبداللہ بن عمرو کے الفاظ آپ نے دیکھے۔ وہ کہتا ہے اپنی قوم کو دغا دیتے ہو۔ مدینہ سے میدان جنگ میں آنے والی قوم کونسی قوم تھی؟ وہی اوس وخزرج۔ پھر جن مزید الفاظ میں بھگوڑوں کو غیرت دلاتا ہوا مدینہ تک جاتا ہے وہ نقباء اوس وخزرج ہی کے الفاظ تھے نہ بنو النضیر اور قریظہ یا اُن کے رؤساء کے۔ شہر مدینہ میں رہنے والے بھی اوس وخزرج ہی تھے نہ بنو النضیر اور قریظہ۔ بنو قینقاع البتہ بیشتر مدینہ میں رہتے تھے مگر وہ واقعہ احد سے پہلے ہی مدینہ سے نکالے جا چکے تھے۔ غرض میدان جنگ تک جانے والے یہ یہود و منافق بھی اوس و خزرج ہی کے لوگ تھے اور ومن تعھم فلعق بھم کے مصداق۔ جہاد میں شرکت کے لیے گئے بھی اور بغیر بلائے گئے۔ مگر وہ عموماً منافق تھے اور درپردہ مشرک و یہودی۔ مگر دلی جذبہ یا مذہبی تعصب قومی عصبیت پر غالب آیا۔ جو واقعی لڑنے مرنے کی نیت سے بھی گئے تھے بھاگ کر چلے آئے۔ یہی منافق انصار کے رشتہ دار تھے جب وہ میدان جنگ آئیں اور چلے جائیں تو پھر اُن کے بلانے کا موقعہ ہی کیا تھا۔ اسی گھبراہٹ میں تو کہنے والے انصاری نے (جو غالباً خزرجی ہوگا) کہا تھا کہ ہم اپنے حلفا (بنو النضیر اور قریظہ) کو نہ بلالیں وہ ہماری مدد کرینگے۔ حضرت نے فرمایا نہیں ہمیں ان کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ جانتے تھے کہ غیروں سے کیا توقع ہوسکتی ہے جبکہ وہی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے جن سے قومی عصبیت کی بنا پر ایک حد تک اپنی قوم کے ساتھ ہو کر لڑنے مرنے کی اُمید ہوسکتی تھی، مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ قومی عصبیت کے جوش میں کوئی منافق یا کھلا ہوا یہودی اوس و خزرج کا مسلمانوں کے ساتھ ہو کر احد میں لڑا ہی نہیں۔ کچھ نہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ باوجود منافق و یہودی

ہونے کے بھی اپنی قوم وقبیلہ کے ساتھ ہو کر لڑے اور محض قومی عصبیت کی بنا پر لڑے۔ اُن میں سے کسی کسی کا پردہ فاش ہوگیا اور بہتوں کے حال پر پردہ پڑا رہا۔

ابن اسحٰق اور واقدی دونوں نے لکھا ہے۔ قزمان نام ایک منافق تھا بنی ظفر میں محسوب مسلمان لڑنے اُحد کو چلے تو وہ گھر میں بیٹھ رہا، صبح ہوئی اور محلہ کی عورتوں نے اُسے دیکھا تو طعنے دینے لگیں۔ قزمان! مرد مرنے مارنے کو احد گئے تو گھر میں چھپا بیٹھا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی، تو مرد نہیں حیز ہے، عورت ہے، پھٹ ہے تجھ پر۔ یہ باتیں سن کر قزمان کو تاؤ آگیا۔ گھر میں گیا ہتھیار لگائے اور سیدھا اُحد میں پہنچا، لڑائی شروع ہو چکی تھی، یہ بھی آگ میں کود پڑا اور بڑی بہادری سے لڑا۔ مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑنے پر بھی ثابت قدم رہا۔ جب لوگ بھاگ رہے تھے یہ قریش پر حملہ پر حملہ کرتا تھا اور اپنی قوم کو للکارتا جاتا تھا۔ اوس! باپ دادا کے نام کو بٹہ نہ لگا، ہمت کر ہمت۔ لوگو ادھر دیکھو۔ میری طرح لڑو۔ یونہی لڑتے لڑتے چھ سات آدمی مدمقابل کے موت کے گھاٹ اُتار کر خود بھی بری طرح زخمی ہوا۔ بچنے کی امید نہ رہی تو ہاتھوں کی نسیں خود کاٹ کر خودکشی کرلی۔

زخمی ہو کر جب بنی ظفر کے کیمپ میں پڑا تھا لوگوں نے کہا قزمان مرتا تو ہے مگر آج بڑا کام کیا۔ شہادت مبارک ہو۔ بولا "شہادت! یہ کیسے؟ میں دین وایمان کے لیے لڑا ہوتا تو مبارکباد کہتے۔ میں تو عصبیت اور نام و ننگ کے لیے لڑا ہوں۔ قریش ہم پر چڑھ کر آئے اور بڑھتا ہوا ہمارے کھیتوں اور باغوں میں آجائے!

اوس وخزرج میں سے قزمان ہی ایک ایسا نہ تھا جو عصبیت کے جوش میں مسلمانوں کے لیے اپنی قوم کے ساتھ ہو کر لڑا۔ تاریخ میں اور بھی ایسے لوگوں کے نام آتے ہیں کہ منافق ہونے کے باوجود اپنی قوم اوس وخزرج کے ساتھ ہو کر لڑے۔ غزوۂ تبوک تک ایسے لوگوں کے نام آجاتے ہیں اور ان کے نفاق کا پردہ فاش ہو جاتا ہے، اور نہ جانے کتنے ہونگے جن کے حال پر پردہ پڑا رہا۔ جن لوگوں کا حال کسی طرح

کھل گیا ہے اُن کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے لیکن مورخین کا ان کے باب میں کہیں اتفاق ہے اور کہیں اختلاف۔ اس لیے ہم یہاں ان کے ناموں سے تعرض نہیں کرتے۔ تاہم اُحد میں جو منافق تھے اور اُن کے بارہ میں قرآن میں (آل عمران) خبر آئی ہے وہ ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:۔

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ

نعاسا یغشیٰ طائفۃ منکم۔

وطائفۃ قد اھمتھم انفسھم یظنون — اور دوسرے گروہ کو اپنی جانوں کی پڑی تھی اور اللہ

باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ یقولون — کے بارہ میں برے برے جاہلیت کے سے خیال

ھل لنا من الامر من شیٔ — کرتے تھے۔

یقولون لو کان لنا من الامر من — کہتے تھے اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں آ

شیٔ ما قتلنا ھٰھنا۔ — کر مارے نہ جاتے۔

جن آیات پر ہم نے خط کھینچ کر ترجمہ کر دیا ہے یہ بلا اختلاف منافقین کے حق میں آئی ہیں اور اُن منافقین کو اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کہا ہے۔ یہ جماعت منافقین کی اوس و خزرج کے مشرکوں اور یہودیوں کا مجموعہ تھی یا اس میں صرف مشرک ہی مشرک تھے اس کی تفصیل کہیں میری نظر سے نہیں گذری لیکن جو جماعت عبداللہ بن اُبی کے ساتھ گئی اور قنطرہ سے بھاگ کر آئی اس میں یقیناً یہود بھی تھے اور یہ بھی یقین ہے کہ (اگرچہ اُحد سے اوس و خزرج کے یہودی از خود یا عبداللہ کے سکھانے پڑھانے سے بھاگ آئے تھے تاہم) یہود اپنے مذہب یہودیت پر رہ کر بھی کم و بیش غزوات نبوی میں شریک ہوئے ہیں۔ چنانچہ ابو عبید بن سلام نے کتاب الاموال میں لکھا ہے اور روایت کو زہری تک پہنچایا ہے۔

کان الیھود یغزون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسھم لھم یہود رسول اللہ کے ساتھ جہاد میں جاتے اور آپ ان کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا کرتے تھے۔

یہ یہود اوس و خزرج ہی کے یہود ہو سکتے ہیں اس لیے کہ بدر سے پہلے کے غزوات میں صرف مہاجرین ہی جاتے رہے ۔ بدر میں ۳۱۳ مجاہد شریک ہوئے اُن کے نام قبیلہ وار کتابوں میں موجود ہیں اُن میں ایک آدمی بھی بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کا نہیں ملتا ۔ احد میں بعض انصار کی درخواست کے باوجود حضرت نے ان کے بلانے کی اجازت نہ دی ۔ اس کے بعد حالات ہی ایسے نہیں رہے تھے کہ وہ رسول اللہ کی مدد کرتے یا رسول اللہ اُن سے مدد لیتے جبکہ اس سے پہلے بھی آپ نے اُن سے کبھی مدد لینا پسند نہ فرمایا تھا ۔ اس لیے یہ غزوات میں شریک ہونے والے یہودی اوس و خزرج ہی کے ہونگے، یا کم از کم بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کے نہ تھے اور ہرگز نہ تھے ۔

ہم نے لکھا تھا "کہ اوس و خزرج کے اُن بطون کو جنہیں رسول اللہ انصار کا خطاب دیتے ہیں یہودیوں کے قبائل مختلفہ قرار دے دیا ہے"

اس پر جناب مولوی صاحب لکھتے ہیں "انصار کے بیان کردہ قبائل کو عمومی حیثیت سے آپ کا انصار کہنا غلط ہے ۔ اس لیے کہ انصار کی اصطلاح صرف یثربی مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے ۔ قبائل یثرب کی صفت نہیں ہے"

میں کہتا ہوں ۔ سہیلی جسے جناب مولوی صاحب جرح و تعدیل کا امام فرماتے ہیں، لکھتا ہے ۔ و لم یکن الانصار اسما لھم فی الجاھلیۃ حتی سماھم اللہ بہ فی الاسلام وھم بنو الاوس والخزرج زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام انصار نہ تھا ۔ اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نام سے موسوم فرمایا، اور وہ اوس و خزرج کی اولاد ہیں ۔ اس کے علاوہ اوس و خزرج کے بطون میں مسلمان زیادہ اور یہود کم تھے ۔ اس بنا پر بھی ان کو بلکہ تمام اوس و خزرج کو انصار کہنا غلط نہیں ۔ سلف سے خلف تک سب یہی کہتے آئے ہیں[1] ۔ نیز یثرب کے سارے مسلمان کبھی انصار نہیں کہلائے ۔ جو اسرائیلی مسلمان ہوئے وہ اب تک اسرائیلی

[1] ابن کثیر نے لکھا ہے: ان الاوس والخزرج وھم الانصار، حد یہ ہے کہ خود جناب مولوی صاحب کا قلم لکھتا ہے "انصاری قبائل"

کہلاتے ہیں نہ کہ انصاری۔ باوجود ان سب باتوں کے مجھے اعتراف ہے کہ جس انداز پر میں بحث کرتا ہوا چلا آرہا ہوں اس کے لحاظ سے مجھے یہ فقرہ کسی اور ہی طرح لکھنا چاہیے تھا۔ یاد نہیں کہ اس کا خیال نہیں آیا یا بن ہی نہ پڑا۔

میں نے لکھا تھا "کہا جا سکتا ہے کہ جن بطون و عشائر کا نام نامہ میں آیا ہے وہ جیسے انصار اور مسلمانوں کے قبیلے تھے ویسے ہی وہ یہود کے بھی قبائل تھے اس مناظرانہ نکتہ آفرینی سے میں کیا دنیا میں کوئی بھی انکار نہ کرسکیگا"۔

اس پر جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں، یہ مناظرانہ نکتہ آفرینی کیوں ہے۔ واقعہ کا اظہار کیوں نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ مناظرانہ نکتہ آفرینی اس لیے ہے کہ اس مضمون سے باہر نہ کبھی جناب مولوی صاحب نے ایسا کہا اور لکھا ہوگا نہ اُمید ہے کہ ایسا کہیں یا لکھیں۔ نیز وہ خود اپنے اصول بحث کے موافق بھی یہ ثابت نہ کرسکینگے کہ فلاں امام تحقیق و تنقید نے ایسا لکھا ہے۔

جناب مولوی صاحب تمام گذشتہ بحث کا نچوڑ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بالفرض اگر اس معاہدہ میں مہاجرین کے قبائل مختلفہ اور یہود کے قبائل مختلفہ کا ذکر یا اسرائیلی یہودیوں کا ذکر قطعاً موجود نہیں۔ مگر مسلمانوں اور یہودیوں کا ذکر تو موجود ہے خواہ ایک ہی قبیلہ کے مسلمان اور یہودی ہوں تو حضرت مصنف کے مقصد پر اس عدم ذکر سے کیا زد پڑتی ہے اور مسئلہ کی نوعیت میں کیا فرق آجاتا ہے۔ میں نے خود بھی بہت غور کیا اور دوسرے اہل علم سے بھی دریافت کیا۔ مگر سب نے یہی کہا کہ مطلق کوئی فرق نہیں پڑتا۔

میں کہتا ہوں یہ معاملہ فہم عبارت کا نہیں رائے کا ہے اور پھر رائے بھی ایسی رائے جو قائم ہو سکتی ہے حالات و مقدمات سے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک جماعت کے کثیر مسلمانوں اور قلیل غیر مسلموں کا اتحاد ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک جماعت کے کم مسلمانوں اور دوسری جماعت کے زیادہ غیر مسلموں کا اتحاد اور پھر مسلمانوں کے حق میں دونوں کو یکساں خیال کرتے وہ قیاس مع الفارق کو کام میں لائے ہیں اور اسی لیے غلط نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ صحیح مقدمات کے لیے ایک طرف

قریش و اوس و خزرج کی اور دوسری طرف یثرب کے اسرائیلی یہود کی تاریخ کا علم ہی ضروری نہیں بلکہ اس کا پیش نظر ہونا اور کام میں لانا بھی ضروری ہے۔ اگر ہمیں یقین ہوگیا کہ یہ سب کچھ پیش نظر ہونے کے باوجود بھی جناب مولوی صاحب کی یہی رائے ہے تو پھر ہم اس تاریخ کو ناظرین کے سامنے پیش کرینگے، ممکن ہے کہ اہل نظر ہمارے نتیجہ کی معقولیت کو مان لیں۔ اس وقت بخوف طوالت مضمون ہم اس بحث کو نہیں چھیڑتے بلکہ صفحہ ۳۹۳ کے آخر سے ۳۹۵ کے آخر تک جو کچھ جناب مولوی صاحب نے یہ جملہ سر کلام میں لاکر لکھا ہے کہ "پروفیسر صاحب کا ایک قرض ابھی باقی ہے" اُس کو بھی کسی دوسرے وقت کے لیے رکھتے ہیں کہ یہ حصہ خالص تاریخی اور سیاسی ہے۔ غرض یہ ہے کہ پہلے خالص علمی بحث ختم ہو جائے تاکہ پھر علمی سیاسی مسائل آسانی سے طے ہوسکیں۔ اس کے علاوہ ہم اور بھی بہت سی اہم اور غیر اہم باتیں جن کو مسئلۂ زیر بحث سے براہِ راست قریبی تعلق نہیں ہے چھوڑتے چلے آئے ہیں اور جب تک ضرورت نہیں ہم ان سے تعرض نہیں کرینگے۔

تصحیح

برہان کی اشاعت گذشتہ میں شمس العلماء مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے مضمون میں صفحہ ۶۴ سطر ۱۵ میں ایک جملہ یوں چھپ گیا ہے۔ "بنی اسرائیل آپ کے کسی طرح معاہد ہی تھے" حالانکہ اصل یہ ہے "بنی اسرائیل آپ کے کسی طرح معاہد ہی نہ تھے" ناظرین کرام اس غلطی کی تصحیح کرلیں۔